بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥

مولانانفیس احمد حقانی
مرکز العلوم اسلامیہ راحت آباد

جنسی جرائم اور میڈیا

الحمدللہ رب العلمین والصلوٰۃ علی سیدالمرسلین وعلی اٰ لہ واصحابہ الھادین وعلی من تبعھم الی یوم الدین۔

پرسکون زندگی کا انحصار پرامن معاشرہ پر ہے اور پرامن معاشرہ کامدار پراگندہ خیالات سے پاک وصاف ذہن پر ہے اس لئے قرآن کریم نے ذھن کی صفائی کو خاص اہمیت دی ہے برائیوں سے منع کرنے میں قرآن مجید کاعام طرز یہ ہے، کہ براہ راست جرم سے انسان کو منع کرتا ہے مثلاً ناپ تول میں کمی سے منع کرتے ہوئے فرمایا!

ولاتنقصوا المکیال والمیزان (ھود ۸۴)

ترجمہ:- اور تم ناپ اور تول میں کمی مت کیا کرو۔

لیکن جو جرائم سنگین نوعیت کے ہوتے ہیں اور جنکے ارتکاب سے اسلامی معاشرہ بحیثیت مجموعی مجروح ہوتا ہے ان سے روکتے وقت قرآن کریم ایسا بلیغ طریقہ اپناتا ہے کہ جرم کے ساتھ ساتھ اسکے اسباب سے بھی ممانعت واضح ہوجاتی ہے، ان جرائم میں ایک قبیح جرم زنا ہے اسکے متعلق ارشاد ہوتا ہے ولاتقربوالزنیٰ (الاسراء ۳۲)

ترجمہ:- اور زنا کے قریب مت جاؤ۔

یعنی زنا کا ارتکاب تو درکنار اسکے اسباب میں مبتلا ہونا بھی گناہ ہے۔

اس فعل قبیح کا سب سے بڑا بلکہ واحد سبب ذہن کی پراگندگی ہے اسلئے شریعت اسلامی نے مسلمانوں کا ذہن پاک رکھنے کا خاص اہتمام فرمایا ہے ارشاد ہوتا ہے۔

(۱) قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوافروجھم ٥ (الایہ)

ترجمہ:- آپؐ کہہ دیجئے مسلمان مردوں سے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

یہاں بھی ناطق کتاب نے عام طرز سے ہٹ کر مردوں اور عورتوں کو الگ الگ صیغوں سے

مخاطب کیا۔ کہ شرمگاہ کی حفاظت آنکھ کی حفاظت پر موقوف ہے۔ کیونکہ شہوانی خواہشات میں ہیجان کا اولین سبب بدنظری ہے۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس قبیح فعل کا پہلا سبب نظر بازی بتایا۔ بخاری شریف جلد ثانی کتاب الاستیذان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے۔

فزنی العین النظروزنی اللسان النطق والنفس تمنی وتشتھی والفرج یصدق ذالک ویکذبہ۔

ترجمہ:۔ پس آنکھ کا زنا دیکھنا ہے اور زبان کا زنا بات کرنا ہے، اور نفس خواہش اور تمنا ہے اور شرمگاہ اسکی تصدیق یا تکذیب کرتا ہے۔ کسی شاعر نے اس حدیث شریف کے مضمون کو بیان کرتے ہوئے بتدریج اس فعل قبیح کے مراحل کا نقشہ کھینچا ہے۔

نظرۃ فابتسامۃ فسلام وکلام فموعد فلقاء

(۳) فقہ اسلامی کی عظیم کتاب الھدایۃ کے جلد دوم کتاب الحدود میں ایک مسئلہ مذکور ہے۔

والذی یروی انہ تذبح البھیمۃ وتحرق فذالک یقطع التحدث بہ ولیس بواجب

یعنی کوئی بدبخت انسان اگر کسی چوپائے کے ساتھ بدفعلی کرے تو اسکی جو بھی سزا شریعت میں مقرر ہے وہ تو اپنی جگہ، اس حیوان کو بھی استحباباً مارکر جلایاجائے گاتاکہ اس کودیکھ کر مسلمانوں کا ذہن اس فعل قبیح کی طرف التفات نہ کرے اور اس کا ذہن پاک وصاف رہے۔

ان سب دلائل سے یہ بات واضح ہوئی کہ ذہن کی پراگندگی ہی جنسی جرائم کا سبب ہے۔ لیکن دوسری طرف ہماری میڈیا(خاص کر T.V اور اخبار) اس حساس مسئلے کے احساس سے عاری ہے۔ اور دن رات پاک معاشرہ کے فسادمیں مصروف ہے۔

جب تک مسلمان کا ذہن صاف ہو توایک پاک اور پرامن معاشرہ وقوع پذیر ہوتاہے۔اس میں ایمان اور اخلاص کا جذبہ پورے تلاطم کے ساتھ کارفرماہوتاہے۔ وہ ناقابل شکست ہوتاہے۔ کوہ ثباتی کا مظاہرہ کرنے لگتاہے ۔ آسمان کی بلندیاں اسکے ہمت کی زد میں ہوتی ہیں۔ وہ الحاد کے طوفان کا رخ موڑنے لگتاہے۔ بے دینی کے سیلاب کے سامنے سینہ سپر رہتاہے ۔ دین سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سدذی القرنین ثابت ہوتاہے۔

لیکن جب اس کا ذہن گندہ ہوجاتاہے اور اس کے دل میں میل آجاتاہے تو عزت کے آسمان سے ذلت کی گہرائیوں میں گرنے لگتاہے۔ اسکے ارادے پست ہوجاتے ہیں ہمت مرجھا جاتی ہے۔ وہ طوفان کا رخ موڑنے کے بجائے خود ہوا کے دوش پراڑنے لگتاہے۔ حمیت اسلامی

اور غیرت ایمانی میں انحطاط آجاتاہے۔ اور سب سے بڑا نقصان یہ کہ اس انمول سرمایہ کے ضیاع کا احساس بھی اسکو نہیں رہتا۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتارہا

یقیناً اس حقیقت کی تہہ تک اغیار پہنچ چکے ہیں۔ اسلئے وہ مسلمانوں کو تیز و تیغ کی بجائے الحادزیغ سے زیر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے واقعات سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں کہ جنمیں اہل حق کے صاف ذہن اور ایمان پر حملہ کیا گیاہو۔ اختصاراً صرف ایک واقعہ کا ذکر ضروری سمجھتاہوں۔

تاریخ کی مستند ترین کتاب " البدایہ والنہایہ" جلداول صفحہ ۳۲۲ پر حافظ ابن کثیرؒ ایک عبرت آموزواقعہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو جب قوم جبارین کے ساتھ جہاد کا حکم ملاتو جبارین اپنے ایک نہایت متقی ، پرہیزگار اور مستجاب الدعوات بزرگ بلعم بن باعوراء کے پاس آئے۔ اور اس کو حضرت موسیٰؑ کے خلاف بددعاکرنے پراکسایا۔ پہلے تو وہ نہ مانا لیکن جبارین کے بےحداصرار اور مال کے انبارکے سامنے وہ اپنے مضبوط ارادہ کو برقرار نہ رکھ سکااور حضرت موسیٰؑ کے خلاف بددعاپر آمادہ ہوا۔ بددعاکرتے وقت زبان منہ سے باہر نکلی اور سینہ تک لٹک گئی باوجود کوشش کے یہ اپنی زبان واپس اپنی جگہ نہ لے جاسکا۔ قرآن کریم نے کتے کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے عبرت انگیز انداز سے اسکاذکر کیاہے۔

مثله كمثل الكلب ان تحمل عليه يلهث اوتتركه يلهث

ترجمہ:۔ پس مثال اسکی مانند مثال کتے کی ہے ۔ اگر تو اس پر بوجھ رکھے تب بھی ہانپے یااسکو چھوڑ دے تک بھی ہانپے۔ (الاعراف ۱۷۶)

جب یہ سمجھا کہ دنیااور آخرت تو تباہ ہوہی گئی تو جبارین کو ایک شیطانی چال بتائی کہ حسین عورتوں کو حضرت موسیٰؑ کی فوج میں بھیج دو اور بنی اسرائیل جو کچھ بھی انکے ساتھ کرناچاہیں یہ انکار نہ کریں ۔ بنی اسرائیل گناہ میں مبتلاہونگے اور خدائی مدد سے محروم ہوجائینگے۔ ایسا ہی ہوا کہ بنی اسرائیل کا ایک سردارزمری بن شلوم گناہ میں مبتلاہوا، جسکے نتیجہ میں طاعون کی وباپھیلی

فكان جملة من مات فى تلك الساعة سبعين الفاً"

یعنی ۷۰ ہزار فوجی اسی وقت ہلاک ہوئے۔ یہ عظیم نقصان ذہنی پراگندگی کے نتیجہ میں ہونے والے گناہ سے وقوع پذیر ہوا۔

اہل باطل نے فحاشی کو ہمیشہ مستقل جنگی ہتھیار کے طور پر استعمال کیا۔ روسیوں نے مسلمان فوج کے خلاف یہ ہتھکنڈہ استعمال کیا تھا۔ محمد بن قاسمؒ کے فوج کے خلاف ہندوؤں نے یہ چال چلایا تھا اور پاکستانی فوج کے خلاف بھی یہ حربہ اپنایا گیا تھا۔

ذلت روس جہاں امریکہ اور یورپی اقوام کی خوشی نقطہ عروج کا بوسہ لینے لگی وہاں انکو اپنی عزت کے زمین بوس ہونے کی فکر بھی دامن گیر ہوئی۔ یہ حقیقت انکے ذہن میں ڈھل گئی کہ مسلمان اگر اپنے فولادی عزم سے ایک سپرپاور کے ٹکڑے کرسکتا ہے تو انکے ایمانی قوت کے ہوتے ہوئے دوسرے سپرپاور کے سلامتی کی کیا ضمانت ؟

لہذا حفظ ماتقدم کے طور پر یہاں بھی دشمنان اسلام نے وہی ابلیسی چال چلایا۔ فحاشی پھیلانے کا ایک مکروہ منصوبہ بنایا اور اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کیلئے موثر ترین ذریعہ "میڈیا" کو استعمال کیا۔ پہلے مرحلہ میں فحش تصاویر اور فحش مواد پر مبنی لیٹریچر اسلامی معاشرہ میں پھیلا گیا۔ دوسرے مرحلہ میں V.C.R. کی لعنت مسلمانوں پر مسلط کی گئی۔ انفرادی طور پر جب مسلمانوں کا ذہن خراب کرنے میں یہ لوگ کامیاب ہوئے تو PTV اور ڈش کے ذریعے اجتماعی حیثیت سے مسلمان معاشرہ پر فحاشی کی یلغار کی گئی۔ مشرقی اقدار اور روایات کے امین پاکستانی معاشرہ میں بگاڑ اور انتشار کا سب سے بڑا ذمہ دار P.T.V اور N.T.M. ہے۔

پاکستانی ڈرامے نام اور فنکاروں کے کام کی حد تک تو مختلف ہوتے ہیں مگر اسلامی معاشرہ کے ستیاناس کرنے میں سب ایک ہی چال چلتے ہیں۔ لڑکا لڑکی کے ساتھ کیسے ناطہ جوڑے، رکاوٹ آنے پر کیا کیا جائے، ماں باپ اس ناجائز تعلق پر ناراض ہوں تو کیسے راضی کئے جائیں بصورت دیگر ان سے بغاوت کا کیا طریقہ ہے۔ یہ سب باتیں کسی بھی ڈرامہ سے باآسانی سیکھی جاسکتی ہیں۔

(کئی ایک واقعات میں مرکزی کردار یہ اقرار بھی کرچکے ہیں کہ ہم نے یہ سب کچھ T.V سے سیکھا ہے)

ڈرامہ کے فرضی کرداروں کو پھر معاشرہ میں حقیقی جامہ ملتا ہے۔ اور صائمہ کیس جیسے بے شمار واقعات رونما ہوتے ہیں۔ جنمیں عزتمند باپ اور عزتمند خاندان کی ناموس خاک میں مل جاتی ہے۔ ایسے واقعات سے مغرب کا دلدادہ طبقہ خوب خوب فائدہ اٹھاتے ہیں اور مادہ پرست خوب خوب پیسہ کماتے ہیں۔ نئے مغرب کی دامن گیر عاصمہ جہانگیر اور تسنیمہ نسرین جیسے سیماب صفت

بقیہ صفحہ ۷۴ پر